خطبات خواجہ شمس الدین عظیمی

ACD 79

Track - 3

27:46

''شر اور خیر کیا ہیں؟''

سوال: قرآن و سنت کی روشنی میں شر اور خیر کیا ہیں؟ ہم شر سے کس طرح محفوظ رہ سکتے ہیں؟

جواب: یہ بات پہلے بھی میں آپ حضرات کے سامنے بیان کرچکا ہوںکہ یہ جو دنیا ہے ۔ یہ دنیا جس میں ہم رہ رہے ہیں۔ اصل میں سب کا سب یہ ہی شر ہے۔ ہماری جو زندگی شروع ہوتی ہے وہ جنت سے شروع ہوتی ہے۔ آدم اور حوا جنت میں رہتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے کہا کہ بھئی جنت میں تم اس وقت تک رہ سکتے ہو جب تک کہ تم ہمارے فرماں بردار بن کے رہوگے۔ اور اللہ تعالیٰ نے ایک پابندی لگا دی کہ اس درخت کے قریب نہ جانا۔ یہ درخت کیا ہے؟ کس چیز کی ہے؟ اس کی وضاحت بھی پہلے کرچکا ہوں۔ مختصر یہ کہ آدم نے نافرمانی کی۔ اللہ تعالیٰ نے جو منع کیا تھا جس بات سے آدم نے اس کو کیا۔ یعنی نافرمانی کی۔ جب نافرمانی کی تو اللہ میاں نے کہا کہ نافرمان بندے جو ہے وہ جنت میں نہیں رہ سکتا۔ اب تم زمین پہ اتر جاؤ اور زمین پر اترنے والے بندے جو ہیں وہ ذلت اور خواری کی زندگی گزارتے ہیں۔ پھر اللہ تعالیٰ کو رحم آیا۔ اللہ نے کہا کہ پھر بھی تمہیں موقع دیا جائے گا اگر تم نے پھر فرماں برداری کی تو ہم تمہیں دوبارہ تمہارا وطن واپس دے دیں گے۔ یعنی جنت میں دوبارہ تمہیں داخل کردیں گے۔
اب یہ جو دنیا ہے ۔ یہ دنیا کیا چیز ہے؟ یہ دنیا جو ہے یہ نافرمانی جو آدم نے کی جس نافرمانی کی بنیاد پر جنت سے اسے نکالا دیس نکالا گیا تو وہ دنیا میں آیا ۔ یعنی یہ دنیا ہے ہی ساری نافرمانی کی جگہ۔ شیطنت ۔ نافرمانی کا مطلب شیطنت۔ تو یہ دنیا جو ہے یہ شیطنت کے علاوہ کچھ ہے ہی نہیں۔ اب اللہ تعالیٰ نے یہ کہا کہ بھئی یہ جو تم نے اپنے اوپر ظلم کیا ہے اور آدم نے تمہارے باپ نے معافی تلافی بھی کرلی تو اب یہ جرم کو تم دھو سکتے ہو۔ اور اس طرح دھو سکتے ہو کہ یہ جو شر کی جگہ ہے اس سے اپنے آپ کو بچاؤ۔ اور خیر کی جو دنیا ہے یعنی جو جنت کی زندگی ہے اسے حاصل کرنے کی جدوجہد اور کوشش کرو۔ اب چونکہ یہ دنیا ہے ہی شر ۔ ہے ہی شیطنت ظاہر ہے جھکاؤ شر ہی کی طر ف ہوگی خیر کی طرف تو نہیں ہوگی ۔ یہ جو ہم لوگ یہاں بیٹھے ہوئے ہیں یہ تو سزا ہے۔ یعنی جنت سے نکالے گئے جیل خانے میں پڑے ہوئے ہیں۔ اب کوئی یہ کہے کہ جی یہ ہم جیل کی زندگی کیوں گزار رہے ہیں؟بھئی جیل کی زندگی اس لئے گزار رہے ہیں کہ تم جیل میں رہ رہے ہو۔ ایک آدمی کو جیل میں دھکیل دیا گیا۔اور اس سے یہ کہا جائے کہ صاحب جیل کی زندگی کیوں تم

بسر کررہے ہو؟ آزادزندگی کیوں نہیں بسر کرتے ہو، تو وہ کہے گا بھئی میں
جیل کی چار دیواری میں بند ہوں، تو جیل کی زندگی میں جو مصیبتیں ،
پریشانیاں ہیں وہ برداشت کرنی ہیں۔ اس لئے کہ میں آزاد نہیں ہوں، قید
ہوں، تو اب یہ آدم نے جو غلطی کی تھی ہمارے ابا نے اس کی سزا بھگتنے کے لئے
ہم یہاں جیل خانے میں آئے ہیں۔ اللہ میاں کا یہ جیل خانہ ہے۔ اب جتنے بڑے اللہ
میاں اتنا ہی بڑا ان کا جیل خانہ ہے۔جتنا بڑا ملک اتنا بڑا جیل خانہ، چھوٹی سی
ریاست ہو اس میں چھوٹا سا جیل خانہ ہوگا۔ اب یہ شر کی طرف آدمی کا ذہن
اس لئے جاتا ہے بار بار کہ یہ دنیا ہے ہی شر،شر کے علاوہ اور کچھ بھی نہیں
ہے۔ مثلاً اب جنت میں آپ رہتے تھے ، وہاں ٹائم اسپیس کی کوئی قید ہی نہیں
تھی، جنت میں آپ رہتے تھے، کھانا پینا آپ کو فری تھا، آپ کا دل چاہا سیب
کھاؤں، سیب سامنے آگیا، آپ کا دل چاہا دودھ پینا ہے ، دودھ سامنے آگیا، آپ کا
دل چاہا شہد کھانا ہے ، نہ کہیں گئے شہد آگیا سامنے، تو اس زندگی کو آپ نے
اپنے ارادے اور اختیار سے کفران نعمت کرکے چھوڑا، یعنی رحمانی زندگی کو آپ
نے اپنے ارادے سے چھوڑ دیا، جیسے ہی آپ نے رحمانی زندگی سے اپنا رشتہ توڑا
فوراً آپ شیطانی زندگی میں داخل ہوگئے، تو یہ دنیا جو ہے یہ ساری کی ساری
شیطنت ہے، اس کے علاوہ کچھ بھی نہیں ہے، یعنی نافرمان لوگوں کی جگہ ہے
یہ، اب اس میں نافرمان لوگ بھی ہیں، کچھ لوگ ایسے بھی ہوتے ہیںکہ وہ اس
بات کو سمجھ لیتے ہیں کہ یہ دنیا جو ہے یہ تو شر ہے ، یہ تو فساد ہے، اور یہ
تو جنت کے خلاف جگہ ہے، یہ تو فنا ہے، تو وہ خیر کی جانب متوجہ ہوجاتے
ہیں، اور جو لوگ یہ نہیں سمجھتے وہ اسی کو سب کچھ سمجھتے ہیں وہ شر
کی طرف متوجہ ہوجاتے ہیں، اور شر کی طرف زیادہ جھکاؤ اس لئے ہوتا ہے
کہ یہ دنیا ہے ہی شر، ایک آدمی ہے اس کے چاروں طرف گانے بجانے کی دکانیں
ہیں ، گانے بجانے کی دکانیں ہیں ایک آدمی کے چاروں طرف ، اب وہ کہتے ہیں
کہ صاحب میں تو ایک آدمی یہ کہے کہ کیا بات ہے تم تو ہر وقت گانا ہی سنتے
رہتے ہو ، گانا سنتے رہتے ہیں گانے کی آواز سے نجات ہی نہیں ملتی، اسی
صورت سے جب آدمی اس دنیا میں رہے گا تو اس دنیا کی جو شر ہے فساد ہے
اور اللہ تعالیٰ کا جو سزا ہے اس سزا میں رہنا مجبوری ہے، تو جھکاؤ یہاں خیر
کی طرف اس لئے نہیں ہوتا کہ یہ دنیا جو ہے اس میں ایک تو دلچسپی ہے،
دلچسپی یہ ہے کہ ہر آدمی یہ دیکھ رہا ہے کہ بھئی مرغی ملے گی، چلو ٹھیک
ہے تھوڑا کسی کا جیب ہی کاٹ لو، دوسرا آدمی جو جیب نہیں کاٹتا وہ کہے گا
میاں یہاں تو چٹنی بھی نہیں ملے گی سوکھی روٹی ہی ملے گی، وہ کہے گا
سوکھی روٹی کیا کھانی مرغی ہی کھاؤ، کیا ہوتا ہے بھئی اگر کسی کی جیب
کاٹ لی تو کوئی ہماری کاٹ رہا ہے، تو جو ہماری جیب کاٹ رہا ہے تو ہم
کسی کی جیب کاٹ رہے ہیں تو کیا فرق پڑتا ہے، لیکن جو لوگ اللہ کے دوست
ہوتے ہیں اور جو لوگ واقعتا پیغمبروں کے دوست ہوتے ہیں ، پیغمبروں سے
محبت کرتے ہیں، وہ شر کی طرف نہیں ہوتے ا ن کا جھکاؤ ہوتا ہی خیر کی

طرف ہے۔ اور آپ یہ دیکھیں کہ ایسا کبھی نہیں ہوا دنیا میں کہ شر ہی شر
ہوگیا ہو اور خیر مٹ گئی ہو۔ شر یا خیر برابر برابر چلتا ہے۔ یہ الگ بات ہے کہ
شر کی جو تعداد ہے وہ زیادہ ہے اور خیر کی تعداد جو ہے وہ کم ہے۔ اب اللہ
تعالیٰ نے پیغمبر بھیجے۔ ایک لاکھ چوبیس ہزار پیغمبر اللہ نے بھیجے اپنے وعدے کے
مطابق۔ کہ تم نے تو نافرمانی کرلی۔ لیکن میں تو رحیم و کریم اللہ ہوں۔ میں
نے اس بات کا انتظام کردیا ہے کہ تمہارے پاس اپنے ایسے بندے بھیجتا رہوں گا جو
تمہیں اس بات کا احساس دلاتے رہیں گے کہ تمہارے باپ نے جنت چھوڑ کر کوئی
اچھا کام نہیں کیا۔ تمہارے باپ نے نافرمانی کرکے اپنی اولاد کے لئے مصیبت اور
عذاب فراہم کردیا۔ اللہ کا وعدہ سچا ہے۔ ایک لاکھ چوبیس ہزار پیغمبر آچکے
ہیں۔ لیکن انسان کی صورت یہ ہے کہ وہ ایک لاکھ چوبیس ہزار پیغمبروں کی
بات تو سنتا نہیں ہے۔ ایک شیطان ہی کی بات سنتا ہے۔ کہیں وعظ ہو، اللہ کا
رسول کا نام ہو، آپ دیکھیں دس بیس آدمی ملیں گے بیٹھے ہوئے ......۔ اب کہیں
گانے بجانے کا ہو وہ صبح بھی ہوجائے گی پھر بھی لوگ یہ کہیں گے ابھی پروگرام
کیوں ختم ہوا۔ ارے اتنی جلدی رات ختم ہوگئی۔ تو بات یہ ہے کہ ہمارے مزاج
میں ہماری طبیعت میں وہ آدم کی نافرمانی جو ہے وہ سرایت کرگئی ہے اور
اس سرایت کرنے کی وجہ سے ایک فضا اور ایک ماحول بن گیا ہے نافرمانی کا۔
اور اس فضااور اس ماحول میں لذت بھی ہے۔ اب اس لذت کے پیچھے آدمی جانتا
ہے ۔ لیکن جو لوگ خیر کی طرف متوجہ ہوجاتے ہیں اور خیر کی لذت سے آشنا
ہوگئے پھر وہ شیطان کی بات نہیں مانتے۔ اگر وہ خیر کی لذت سے واقف
ہوجاتے ہیں پھر وہ شیطانی طرزوں میں نہیں جاتے۔ اب وہ خواہ مخواہ وقت
ضائع کرنے کا کیا فائدہ ۔ دیکھئے دنیا میں خیر اور شر ہے۔جب سے آدم آئے جب
ہی سے ہے۔ اور جب تک قیامت آئے گی جب تک رہے گا۔ اور شر کی زیادتی کی
وجہ یہ ہے کہ ایک تو شر میں جو ہے لذت ہے۔ ایسی لذت ہے کہ جس سے آپ
واقف ہیں۔ خیر میں ایسی لذت ہے جس سے آپ واقف نہیں ہیں۔ اور چونکہ
آپ اس لذت سے واقف ہی نہیں ہیں اس لئے آپ کا رجحان بھی خیر کی طرف
نہیں ہے۔ شر کی لذت سے واقف ہیں آپ شر کی طرف متوجہ ہوجاتے ہیں۔
گانا اچھا لگتا ہے۔ تاش میں دل لگ رہا ہے۔ دیکھئے غور کریں تاش آپ کھیل رہے
ہیں اس میں آپ ایسا دل لگ رہا ہے کہ چوبیس گھنٹے آپ بیٹھے ہوئے ہیں کھانا
بھی ہے، چائے بھی ہے اور نماز میں آپ کا دل نہیں لگ رہا ہے۔ اور یہ جو کہا
جاتا ہے ہمارے علمائے کرام کہتے ہیں کہ صاحب نماز اپنی جگہ، دل لگنا اپنی
جگہ۔۔ (آواز غائب ہے)۔ اگر انسان اللہ تعالیٰ نیکی قائم کرنے کی توفیق دے دے
پھر اس جیسی لذت جو ہے کسی چیز میں نہیں ملتی۔اور جب وہ اس لذت سے
واقف ہوجاتا ہے پھر چھوٹی موٹی چیزیں اس کو خاطر میں نہیں لاتا۔ میں نے
سنا ہے اپنے بزرگوں سے یہ تبلیغی جماعت والے مولانا الیاس صاحب بیمار ہوگئے۔
اور اتنے بیمار ہوگئے کہ وہ اسہال کا دستوں کا کہ چارپائی پہ لیٹ گئے۔ بیٹھ بھی
نہیں سکتے۔ وہ اٹھ سکتے تھے نہ بیٹھ سکتے تھے۔ چل پھر بھی نہیں سکتے تھے۔

لیکن جب نماز کا وقت ہوتا تھا تو لوگ انہیں وضو کراتے تھے چارپائی پہ اور اس
کے بعد ایک دو بندے، تین بندے، چار پانچ بندے لاکر انہیں مصلّی پہ کھڑا کردیا۔ میں
نے سنا ہے ان لوگوں سے جنہوں نے دیکھا ہے۔ کہ وہ پوری نماز کھڑے ہوکر
پڑھتے تھے۔ اور جب آخری سجدہ کرلیتے تھے تو وہ اس قابل نہیں رہتے تھے کہ
اٹھ کر چارپائی پہ جا سکیں۔ بات لذت کی ہے۔ نشہ کی ہے۔ ان کو نماز میں
اتنی لذت ملتی تھی۔ اتنا نشہ ملتا تھا کہ وہ اپنی تکلیف ہی بھول گئے۔ ان کی
کمزوری ہی ان کے ذہن سے نکل گئی۔کہ میں تو اتنا کمزور ہوں کہ اپنے ہاتھ
سے پانی بھی نہیں پی سکتا۔ ایسے بہت سارے بزرگوں کے قصے ہیں کہ نماز
جناب وہ پڑھ رہے ہیں گھر میں آگ لگ گئی ان کو پتہ ہی نہیں چلا۔ آگ بجھ
بھی گئی۔لوگوں نے کہا گھر میں آگ لگ گئی۔ اچھا آگ لگی تھی۔ کہاں لگی بھئی
سارا گھر جل گیا۔ سارا محلہ جمع ہوگیا لوگ پانی لاکر ڈال رہے ہیں۔ تو بات ہے
لذت کی ۔ حضرت علی کا واقعہ بڑا مشہور ہے۔ تیر لگ گیا تھا کمر میں۔ اب
اسے نکالنے کی کوشش کی تو بڑی تکلیف ہوئی۔ لوگوں نے کہا کہ نہیں ابھی
ٹھہر جاؤ۔ جب نماز کا وقت ہوگا پھر کچھ کریں گے۔نماز کا وقت ہوا۔ حضرت
علی نے نیت باندھ کر کھڑے ہوگئے۔ وہ تیر بھی کھینچ لیا ... بھالا۔ وہ اندر جناب
مرہم پٹی بھی ہوگئی ، سب کچھ ہوگئی۔ حضرت علی نے سلام پھیرا انہیں پتہ
ہی نہیں چلا کہ کیا ہوا۔ تو لذت تو حاصل ہورہی ہے۔ اور لذت اس لئے حاصل
نہیں ہوتی کہ ہمارا جو یہ ایمان ہے وہ اصل میں پکا نہیں ہے۔ ناقص ہے۔ اللہ
کا ہم ذکر ضرور کرتے ہیں لیکن زبانی ذکر کرتے ہیں۔ دل سے اللہ کا کوئی ذکر
نہیں کرتے۔ اگر ہم کسی صورت سے زندگی میں ساٹھ سال کی زندگی میں ایک
منٹ کی بھی اس جنت کی زندگی میں منتقل ہوجائیں جہاں ہم موجود تھے
نافرمانی سے پہلے۔ وہ ایک لمحہ ساری زندگی کی لذت پر محیط ہوگا۔ پھر
آدمی پھر کبھی شر کی طرف نہیں جائے گا۔ لیکن ہماری بد نصیبی تو یہ ہے کہ
پچاس سال بھی ہوجاتے ہیں۔ ساٹھ سال بھی ہوجاتے ہیں ، سو سال بھی
ہوجاتے ہیں ہمیں سو سال میں ایک لمحہ بھی ایسا میسر نہیں آتا کہ جو لمحہ
آدم علیہ السلام کو جنت میں حاصل تھا یعنی ہمارے باپ کو۔ تو چونکہ ہم اس
لذت سے واقف ہی نہیں ہیں اور نہ اس لذت کو تلاش کرتے ہیں ۔ اب تو یہ کہا
جاتا ہے کہ صاحب نماز اپنی جگہ، خیال اپنی جگہ۔ خیال آتا ہے آنے دو نماز پڑھو۔
بھئی یہ کچھ نہیں ہے بھئی یہ اپنا اختیاری عمل ہے اللہ اکبر کہہ کے کھڑے
ہوجاؤ۔ بھئی یہ کیسے ہوسکتا ہے۔ آپ جائیں وہاں کسی سروس میں کام
کررہے ہیں۔ دفتر میں سروس ہے آپ کی۔ حساب کتاب کا کام ہے آپ کا۔ اب
آپ کو خیال آتا رہتا ہے جب بھی آپ حساب کرتے ہیں۔ حساب گڑبڑ ہوجاتا ہے۔
کیا کبھی کسی سیٹھ ساہوکار نے یہ کہا کہ میاں ٹھیک ہے حساب اپنی جگہ خیال
اپنی جگہ۔ یار تم کرتے رہو کام۔ یا آپ سیٹھ ساہوکار ہیں۔ آپ نے کسی کو اپنے
ہاں رکھا ہوا ہے ملازم وہ الٹا ہی حساب کرتا ہے اس خیال کی وجہ سے تو کیا
آپ اس آدمی کو اپنے ہاں ملازم رکھیں گے اسے تنخواہ دیں گے؟ دیکھئے جب دنیا

کا معاملہ آتا ہے تو آپ اور طرح سوچتے ہیں۔ اور جب اللہ کا معاملہ آتا ہے تو
آپ اور طرح سوچتے ہیں۔ جب اللہ کا معاملہ آتا ہے کہتے ہیں بھئی کیا کریں
مجبوری ہے خیال آتا ہی ہے۔ ایک جگہ مرکوز ہی نہیں ہوتا۔ سوال یہ ہے کہ
جب خیال آتا ہے ایک جگہ مرکوز ہی نہیں ہوتا تو دنیاوی کاموں میں آپ اس
خیال کو کیسے مرکوز کرلیتے ہیں۔ کیا کوئی آدمی یہ اس بات کو مان سکتا ہے
کہ وہ ذہنی طور پر منتشر ہو ، اسے نیند نہ آتی ہو اور وہ اس بات کا علاج نہ
کرے۔ وہ ڈاکٹروں کے پاس جائے گا، حکیم کے پاس جائے گا۔ سر میں تیل کی
مالش کرے گا۔ جہاں بھی ممکن ہوگا وہ جائے گا کہ صاحب رات کو مجھے اتنے
خیالات آتے ہیں کہ مجھے نیند نہیں آتی۔ میرا علاج کوئی ایسا کرو کہ مجھے نیند
آئے۔ اور جب وہ کوشش کرتا ہے جدوجہد کرتا ہے اس کا علاج ہوجاتا ہے۔ اسے
نیند آنے لگتی ہے۔ لیکن جب نماز کا تذکرہ آتا ہے تو کوئی علاج نہیں، کوئی
کوشش نہیں۔کہ نماز اپنی جگہ، خیال اپنی جگہ ہے۔ میں ایک زمانے میں ریلوے میں
کام کرتا تھا۔ تو وہاں ہمارے ہیڈ کلاس مین تھے یہ سٹی اسٹیشن کا ذکر ہے۔ تو
جمعہ کی نماز میں اس زمانے میں اتوارکو چھٹی ہوتی تھی۔ جمعہ کی نماز پڑھ
کہ میں بھی اترا وہ بھی اترے تو وہ کچھ ٹھیکیدار سے پیسے کا ذکر ہورہا تھا۔وہ
کہہ رہا تھا ساٹھ لے لو وہ کہہ رہا تھا پچاس لے لو۔ بہر حال ایسی بات تھی۔
تو میں بھی کھڑا ہوگیا دیکھنے کے لئے کہ یہ نماز کو دونوں جارہے ہیں۔ ٹھیکیدار
بھی نماز کو جارہا ہے ہیڈ کلاس مین بھی نماز کو جارہے ہیں۔اور یہ پیسے کا
لین دین ہورہا ہے یہ جمعے کے بعدہی کرلیں۔میں یہ سوچ رہا تھا کہ اتنے میں
وہ امام صاحب نے اللہ اکبر کرکے رکوع کرلیا۔ تو ہیڈ کلاس مین کہنے لگے یار
پچاس ہی دے دے میری تو ایک رکعت ہی نکل گئی۔ انہوں نے جلدی سے پیسے لئے
اور نماز میں شریک ہوگئے۔ اچھا سب کا یہی حال ہے۔ یہ تو میں نے آپ کو ایک
مثال دی۔ ہر آدمی جو نماز پڑھتا ہے اسے پتہ ہی نہیں چلتا کہ وہ کیا کررہا
ہے۔ لیکن جب وہ دنیاوی کام کرتا ہے تو پوری مرکزیت ہوگی۔ دکان پہ بیٹھے گا
وہاں پوری مرکزیت ہوگی۔کوئی خط لکھے گا وہاں پوری مرکزیت ہوگی۔ کسی
اسکول میں بچوں کو پڑھائے گا وہاں پوری مرکزیت ہوگی۔ اور اگر مرکزیت
نہیں ہوگی تو نماز میں نہیں ہوگی۔ کہ کیا کریں مجبوری ہے خیال تو آتا ہی
ہے۔ بھئی خیال تو دنیا میں بھی آتے ہیں۔ لیکن ان دنیاوی خیالات کو آپ روکنے کے
لئے تدارک کرتے ہیں۔ کوشش کرتے ہیں۔ علاج کرتے ہیں۔ تو اسی صورت سے
اگر نماز میں خیالات آتے ہیں ہم ان کے لئے جدوجہد کریں کہ خیال آرہا ہے یہ
خیال کیوں آتا ہے۔ کوشش کریں، تدارک کریں ، علاج کریں۔ تو جس طرح دنیاوی
معاملات میں ہم ان خیالات سے نجات پالیتے ہیں اسی طرح دینی معاملات میں
بھی خیالات سے نجات پاسکتے ہیں۔ اور یہ تو اللہ کا وعدہ ہے کہ بندہ جب میری
طرف ایک قدم بڑھتا ہے تو میں دو قدم اس کی طرف بڑھتا ہوں۔ بندہ جب
میری طرف لپکتا ہے تو میں بندے کی طرف دوڑتا ہوں۔ آپ قدم ہی نہیں اٹھائیں
تو اللہ آپ کی طرف قدم کیسے بڑھائے گا۔ ہاں تو اب یہ جو شر کے جو کام

ہورہے ہیں وہ اس لئے کہ ہم شر سے نکلنے کی کوشش نہیں کرتے۔ اور ہم نے
اس دنیا کو ہی سب کچھ سمجھ لیا ہے۔ ہم یہ سمجھتے ہیں کہ نہ ہمیں مرنا
ہے نہ ہمارا کوئی حساب کتا ب ہوگا۔ زبان سے ہم کہتے ہیں یقین نہیں ہوتا۔
اگر یقین ہوتو کوئی آدمی شر کی طرف جا ہی نہیں سکتا۔ اگر موت کا یقین
ہوجائے آدمی کو اور اس بات کا یقین ہوجائے کہ مرنے کے بعد جو کچھ ہم کرر
ہے ہیں جز ا یا سزا ہمیں بھگتنا ہوگا۔ تو آدمی شر کی طرف متوجہ نہیں
ہوگا۔ اب موت کا ذکر وہ کرتا ہے مرنا ہے۔ لیکن اس کو موت کے بعد کی زندگی
سچی بات ہے کہ اس کو یقین نہیں ہے۔ اس یقین کو حاصل کرنے کے لئے موت
کے بعد کی زندگی پر یقین حاصل کرنے کے لئے یہ روحانی لوگ شور مچاتے ہیں کہ
روحانیت تلاش کرو، روحانیت تلاش کرو۔ اب اس میں یہ کہتے ہیں کہ صاحب یہ
عجیب لوگ ہیں ۔ روحانیت تلاش کرو اس کا مطلب ہے کہ دنیا میں کچھ کرو
ہی نہیں۔ یہ لوگ اس طرح سے ہٹا دیتے ہیں۔ہمارے پاس ایسے بہت سارے بچے
ہیں بیچارے آکے روتے ہیں ان کے والدین یہ کہتے ہیں صاحب اگر خواجہ صاحب
کے پاس تم گئے ہماری طرف سے عاق کردئے جاؤگے۔ یا ہمیں چھوڑ دو یا خواجہ
صاحب کو چھوڑ دو۔ اب یہ بچے مجھ سے آکے پڑھے لکھے لوگ اچھے اچھے ڈاکٹری
میں پڑھنے والے، سائنس میں پڑھنے والے ۔ بی اے ، ایم اے وہ کہتے ہیں ابا سے
اباجی آپ جا کے دیکھ تو لیں کہ بھئی وہاں کوئی اگر خراب بات ہورہی ہے آپ
ہمیں منع کریں ۔ وہ کہتے ہیں زبان چلاتے ہو بس! بیویاں شوہروں سے لڑ رہی
ہیںکہ اگر خواجہ صاحب کے پاس گئے تو ہمیں چھوڑ دو۔ ارے بھئی خواجہ صاحب
کوئی یہاں تاش کھیل رہے ہیں۔ کوئی سانپ کی بین بجاکے تماشہ دکھا رہے
ہیں۔ بات یہ ہے کہ خیر کی طرف ذہن جاتا ہی نہیں ہے۔ شر کی طرف ذہن
جاتا ہے۔ وہ بیوی کو خیال ہے کہ اگر شوہر خواجہ صاحب کے پاس گیا تو خواجہ
صاحب وہاں جنگل میں جاکے بیٹھ گئے ہیں یہ بھی جنگل میں جاکے بیٹھ جائے گا
ہمیں روٹی کون لاکے دے گا۔ حالانکہ ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ تو بات یہ ہے
اگر خیر کی طرف آپ کا ذہن ہو اگر جس طرح آپ اپنے جسمانی بیماریوں کا
علاج کرتے ہیں۔ بخار ہواس کا علاج کریں گے۔ خارش ہو اس کا علاج کریں گے۔
بے خوابی ہو اس کا علاج کریں گے۔ ہر چیز کا علاج کرتے ہیں ناں ۔ تو اسی
صورت سے اگر یہ روحانی مرض ہے کہ آپ کا خیر کی طرف خیالات ایک نقطے
پر مرکوز ہی نہیں ہوتا آپ اس کا علاج کریں گے اللہ شفاء دے گا۔ اس لئے کہ
اللہ نے وعدہ کیا ہے۔ اللہ کہتا ہے جہاں تم ایک ہو وہاں میں دو ہوں، جہاں تم
دو ہو وہاں میں تیسرا ہوں۔ اور میں تو تمہاری رگ جان سے بھی زیادہ قریب
ہوں۔ جو چیز رگ جان سے بھی زیادہ قریب ہے اس کی طرف تو آپ کی توجہ
ہی نہیں ہے۔ اور جو آپ سے دور ہے ۔ مثلاً آپ کی بیوی ہے ۔ آپ کے بچے
ہیں ۔ آپ کے والدین ہیں۔ کچھ بھی آپ کہہ لیں وہ آپ کی رگ جان سے زیادہ
قریب تو نہیں ہیں۔ ان کے لئے آپ سب کچھ کرتے ہیں۔ گھر بنائیں گے۔ اس میں
ادھر سے قرضہ ادھر سے قرضہ ۔ لاکھوں روپے کی ڈیکوریشن آپ لگا دیں گے۔

وہاں میں مسجد میں دیکھتا ہوں تو پیسے لاکر دیتے ہیںغفار بھائی یا جو بھی کھڑا
ہوتا ہے۔ تو جو دنیا کے سڑے ہوئے، گلے ہوئے ، بدبو دار نوٹ ہیں وہ چھانٹ چھانٹ
کے اللہ کے نام پر دیتے ہیں۔ اور آپ یہ کہتے ہیں صاحب کے خیر کی طرف
ہماری توجہ ہی نہیں ہوتی۔ گھر میں آپ لگائیں گے ہزار روپے۔ اللہ کے نام پر
آپ روکے گن گن کے آپ ایک روپیہ دیں گے وہ بھی پتہ نہیں کس طرح نکالتے
ہیں۔ حالانکہ آپ اللہ کو کچھ بھی نہیں دے رہے ہیں۔ بھئی اگر آپ نے ایک
مسجد بنادی تو مسجد میں کیا اللہ میاں آکر آرام کررہے ہیں۔ دھوپ سے آپ
بچیں گے۔ سردی سے آپ بچیں گے۔ جب آپ اللہ کی عبادت کریں گے تو آرام آپ
کو ملے گا۔ اللہ میاں کو کیا ملے گا بھائی؟ آپ خیرات کریں دیگیں لٹائیں۔ کیا اللہ
میاں آپ کی وہ دیگیں کھارہے ہیں؟ وہ بھی آپ کے بھائیوں کو مل رہا ہے۔ آپ
کے بھائی کھارہے ہیں آدم اور حوا کے رشتے سے۔ آپ خود بھی کھارہے ہیں۔
بھائی کو بھی کھلارہے ہیں۔ اور کہہ رہے ہیں ہم نے اللہ کے لئے دیگ لٹائی ہے۔
ارے بھائی اللہ نے کوئی روٹی کھانی ہے۔ اور تم نے تو اللہ کے دئیے میں سے دے
رہے ہو بھئی۔ تم کہاں سے لائے ہو؟ لیکن اللہ کے دئیے ہوئے میں سے بھی دیتے
ہوئے آدمی کی جان نکلتی ہے۔ میرے ایک دوست تھے۔ بہت پیسے والے۔ بہت
پیسے والے۔ میں ان کے گھر پہ بیٹھا ہوا تھا۔ تھے وہ دنیا دار بیچارے۔ وہ جیسے
دنیا کی ساری نعمتیں تھیں۔ تو ایک آدمی نے بیل دی۔ وہ گئے۔جاکے آئے اور بیگ
میں سے سب سے سڑا ہوا نوٹ پانچ روپے کا وہ جاکر اس کو دے دیا۔ پھر میں نے
پوچھا کہ بھائی صاحب کون آیا تھا۔ وہ کہنے لگے جی وہ محلے میں ایک میت
ہوگئی۔اس کے لئے چندہ جمع ہورہا ہے۔ میں نے کہا جی محلے میں میت ہوگئی
ہے اس کے لئے چندہ جمع ہورہا ہے اور آپ نے پانچ روپے دئیے۔ وہ کہنے لگے
کیوں۔ میں نے کہا بھئی اللہ نے آپ کو اتنا دیا ہوا ہے ۔ آپ کو تو یہ کہنا چاہئیے
تھا بھائی کتنے پیسے ہیں کتنے باقی ہے۔ کہنے لگے میں نے کوئی ٹھیکہ اٹھایا ہوا ہے۔
تو میں نے کہا بھائی اللہ نے آپ کا ٹھیکہ اٹھایا ہوا ہے۔ بس آج سے میری آپ سے
دوستی ختم! بہت بیچارے نے کوشش کی بڑی معافی تلافی کی میرا ایسا دل برا
ہوا ۔ آخر میں میں نے ان کو یہ دیکھا کہ بچے ان کے گاڑی لئے پھرتے تھے وہ
بسوں میں دھکے کھاتے پھرتے تھے۔ اور ایک بچہ گر کے سڑک میں مرگیا۔ ایک
آدمی لاکھوں پتی۔ اس زمانے کے آج سے بیس سال پہلے کی بات بتا رہا ہوں۔
جب کسی کفن کا ذکر آتا ہے تو میلا نوٹ لوگ نکال کر دکھاتے ہیں۔ اور جب
شراب کا ذکر آتا ہے تو ہزاروں روپے کی بوتلیں منگا لیتے ہیں۔ وہ کہتا ہے میں
نے کوئی ٹھیکہ اٹھایا ہوا ہے۔ تو اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنے حفظ و امان میں
رکھے معاف کرے آپ یہ دیکھیں کہ شر اور خیر تو ہم نے خودہی شر کو اپنے اوپر
مسلط کیا ہوا ہے۔ اللہ نے کتنی آپ کو نعمتیں دی ہیں۔ زمین دی اللہ نے آپ کو
گھر بنانے کو۔ اللہ نے آپ سے کون سے پیسے لئے بھئی آپ کے بھائی بند ہی پیسے
لے رہے ہیں۔ اللہ نے آپ کو پانی دیا۔ اللہ میاں کو آپ نے کتنے روپے دے دئیے۔ ہوا
دی، دھوپ ، آسمان۔ آپ کے جسم کے اندر خون پیدا کیا۔ خون کو دوڑا رہا ہے۔

انرجی دے رہا ہے۔ آپ نے اللہ کے لئے کیا کیا بھئیہ کتنی بے شرمی، بے غیرتی ،
ظلم اور جہالت کی بات ہے کہ وہ اللہ جو آپ ایک بالش کے بچے سے سات فٹ
کا آدمی بنادیتا ہے ۔ آپ کے لئے وسائل فراہم کرتا ہے ۔ آپ کو روزی دیتا ہے۔
آپ کو بیوی بچے دیتا ہے۔ والدین کی سرپرستی آپ کو دیتا ہے۔ اور آپ اس اللہ
کے بارے میں کبھی سوچتے ہی نہیں ہیں۔ اور اگر آپ پانچ دس روپے خرچ بھی
کردیتے ہیں تو اس پہ بھی احسان کرتے ہیں۔ جبکہ اللہ کچھ کھاتا نہیں ہے۔ اللہ
پہنتانہیں۔ اگر آپ نے کسی غریب کو کپڑے پہنادئیے تو بھئی اپنے بھائی کو ہی
پہنایا ناں۔ اللہ تو اتنا رحیم وکریم ہے کہ آپ اپنے غریب بھائی کو جب کپڑے پہنا
دیتے ہیں اللہ اس سے خوش ہوتا ہے۔ کہ چلو میرے لئے اپنے بھائی کو پہنایا۔ اس
نے میری مخلوق کی خدمت کی۔ تو شر اور خیر ہر وقت انسان کے ساتھ لگا ہوا
ہے۔ حضور پاک ﷺ کا ارشاد ہے کہ ہر آدمی اپنی جنت اپنی دوزخ ساتھ لئے پھرتا
ہے۔ شر بھی آپ کے اندر ہے۔ خیر بھی آپ کے اندر ہے۔ اب آپ شر کی طرف
متوجہ ہوتے ہیں تو آپ کا شر آپ کے ساتھ ہوتا ہے۔ آپ خیر کی طرف متوجہ
ہوں گے تو نور آپ کے ساتھ ہے۔ اب یہ آپ کا کام ہے کہ آپ شر سے کتنی
دوستی کرتے ہیں۔ اور خیر سے کتنی کرتے ہیں۔ اس میں جھکاؤ کی بات اللہ کی
طرف سے نہیں ہے۔ یہ انسان کی کمزوری ہے کہ وہ دنیا کو سب کچھ سمجھتا
ہے۔ اب جو بندے پیدا ہوجاتا ہے وہ سمجھتا ہے مجھے تو مرنا نہیں ہے۔ مجھے تو
یہیں رہنا ہے۔ بڑے بڑے محلات ابھی شہنشاہ ایران ہ دیکھیں آپ کے سامنے کا
ہے۔ اس سے بڑا تو امیر کوئی نہیں ہوسکتا ۔ کتے کی موت مرگیا اس کو اپنے
ملک میں اپنے وطن میں قبر بھی نصیب نہیں ہوئی۔ جہازہی میمرگیا۔ لیکن یہ
سب کچھ دیکھنے کے باوجودسب کچھ تجربات کے باوجود انسان جو ہے ہائے دنیا،
ہائے دنیا، ہائے دولت، ہائے دولت ، ہائے پیسے ، ہائے پیسے ۔ وہ دولت کس کے
کام آتی ہے۔ حضور قلندر بابا اولیاء فرمایا کرتے تھے کہ دنیا میں بدترین بے وفا اگر
کوئی چیز ہے تو وہ دولت ہے۔ دولت نے کبھی کسی کے ساتھ وفا کی ہی نہیں
ہے۔ اگر یہ دولت اچھی چیز ہوتی تو پیغمبر اس سے اس طرح نہ بھاگتے۔ جس
طرح بھاگے ہیں۔ جب اللہ تعالیٰ نے حضور پاک ﷺ جبرئیل کو بھیجا کہ تم پریشان
نہیں ہو یہ پہاڑ سارے سونے کے بنانے کہ ہم تمہاری تحویل میں دے دیتے ہیں۔
انہوں نے فرمایا الفقر فخرا ... میرے لئے تو یہی بس جو روٹی مل گئی ، کپڑا مل
گیا اللہ کا شکر ہے۔ تو شر کی طرف جھکاؤ اس لئے ہے کہ ہم جانتے بوجھتے شر
کی طرف جھکتے ہیں۔ اور اس لئے جھکتے ہیں کہ ہم اس زندگی کو سب کچھ
سمجھتے ہیں۔ اس زندگی کے بعد کی دوسری زندگی جو ہے وہ زبانی طور پر تو
اس کا تذکرہ کرتے ہیں لیکن اس پر یقین نہیں ہے۔ (اختتام).